4

بہار تحریر

(حصہ 4)

عبد مصطفی

بہارِ تحریر۔ چوتھا حصہ

عبد مصطفی

اردو

سنہ اشاعت ۱۴۴۰ھ

عبد مصطفی آفیشل

معاونین

جناب محمد بلال اسماعیلی قادری، جناب غلام فریدالدین قادری،
جناب محمد ریاض صاحب، جناب محمد عزیز فاروقی،
جناب محمد عمران حنفی، جناب محمد شہاب الدین صاحب
اور جملہ اراکین ٹیم عبد مصطفی

فہرست

تحریر 1 تا 75 کے لیے "بہار تحریر" کا پہلا، دوسرا اور تیسرا حصہ ملاحظہ فرمائیں

حضور غوث پاک کا خواب

امام اہل سنت، اعلی حضرت رضی اللہ تعالی عنہ سے سوال کیا گیا کہ کیا یہ روایت صحیح ہے کہ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالی عنہ نے خواب دیکھا کہ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میرا مذہب ضعیف ہوا جاتا ہے لہذا (اے عبد القادر) تم میرے مذہب میں آ جاؤ، میرے مذہب میں آنے سے میرے مذہب کو تقویت ہو جائے گی، اس لیے حضرت غوث پاک حنفی سے حنبلی ہو گئے؟

اعلی حضرت رضی اللہ تعالی عنہ نے جواب میں فرمایا کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ حضور غوث پاک ہمیشہ سے حنبلی تھے اور بعد کو جب عین الشریعۃ الکبری تک پہنچ کر منصب اجتہاد مطلق حاصل ہوا تو مذہب حنبل کو کمزور ہوتا ہوا دیکھ اس کے مطابق فتوی دیا کہ حضور محی الدین اور دین متین کے یہ چاروں ستون ہیں، لوگوں کی طرف سے جس ستون میں ضعف آتا دیکھا اس کی تقویت فرمائی۔

(فتاوی رضویہ, ج26, ص433, رضا فاؤنڈیشن لاہور, س1425ھ)

قبر رسول کی تصویر

سوشل میڈیا پر کچھ تصویریں یہ کہ کر شئر کی جاتی ہیں کہ یہ قبر رسول ﷺ کی تصویر ہے؛آج ایک قبر کی تصویر تو کل دوسری قبر کی......،

ایسا کرنے والے شہرت کے بھوکے ہیں یا عقیدت میں اندھے ہو چکے ہیں، یہ تو نہیں کہا جا سکتا لیکن ہم یہ ضرور کہنا چاہیں گے کہ یہ ایک نہایت ہی غیر ذمہ دارانہ کام ہے-

یہ تصویریں صحیح کیسے ہو سکتی ہیں جب کہ حضور اکرم ﷺ کی قبر مبارک تک جانے کا فی الحال کوئی راستہ ہی نہیں ہے! اس کی تفصیل کچھ یوں ہے:

(1) رسول اللہ ﷺ و شیخین کریمین کے مزارات کے گرد چار دیواری ہے-

(2) یہ چار دیواری بالکل بند ہے، اس میں آنے جانے کا کوئی بھی راستہ نہیں ہے-

(3) اس چار دیواری کے گرد بھی ایک پانچ کونوں والی مضبوط دیوار ہے جس پر چادر ڈال دی گئی ہے-

(4) یہ پانچ کونوں والی دیوار بھی بالکل بند ہے، اس میں بھی آنے جانے کا کوئی راستہ نہیں ہے-

(5) اس پانچ کونوں والی دیوار کے باہر اب سنہری جالیاں ہیں جن کے اندر پردے لگے ہیں-

(6) خاص حجرۂ مبارکہ اور پانچ کونوں والی دیوار کے بالکل نیچے سلطان نور الدین زنگی علیہ الرحمہ کی بنائی ہوئی، سیسہ پلائی مضبوط زمینی دیوار موجود ہے-

(7) خاص حجرۂ مبارکہ اور پانچ کونوں والی دیوار کے عین اوپر سر سبز گنبد مزارات ثلاثہ سے برکتیں لوٹ رہا ہے اور پورے عالم میں لٹا رہا ہے-

(8) اب کوئی بھی ایسا راستہ نہیں ہے کہ براہ راست کوئی مزارات تک پہنچ سکے اور یہ تمام امور پہلی صدی سے لے کر زیادہ سے زیادہ چھٹی صدی تک مکمل کر لیے گئے تھے-

(9) اگر کسی بادشاہ یا صدر یا پھر کسی مخصوص شخصیت کے لیے دروازہ کھولا جاتا ہے تو وہ فقط پانچ کونوں والی دیوار کے باہر تک ہی جاتے ہیں نہ کہ خاص مزارات تک-

(10) جب اندر جانے کا راستہ تھا اس وقت یہ کیمرا ایجاد نہیں ہوا تھا اور جب کیمرا آیا تو اس سے کافی پہلے راستہ بند ہو چکا تھا لہذا یہ تصویریں اولیاے کرام کے مزارات کی ہیں جنھیں حضور اکرم ﷺ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

قصہ گو مقررین مسجد سے باہر

ایک مرتبہ حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالی عنھما مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ وہاں ایک قصہ گو بیٹھ کر قصے سنا رہا ہے- آپ نے ایک سپاہی کو اس کی طرف متوجہ کیا کہ وہ اسے مسجد سے باہر نکال دے، چناں چہ اس سپاہی نے اسے مسجد سے باہر نکال دیا!

اگر قصہ گوئی کا تعلق ذکر کی مجالس سے ہوتا اور قصہ گو کو علما میں شمار کیا جاتا تو حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالی عنھما کبھی بھی اسے مسجد سے باہر نہ نکالتے-

(ملخصاً: المدخل لابن الحاج، ج1، ص333 بہ حوالہ

قوت القلوب، ج1، ص708، ط مکتبة المدینہ کراچی)

حضرت سیدنا مولی علی رضی اللہ تعالی عنہ کے بارے میں بھی منقول ہے کہ آپ جب بصرہ تشریف لائے تو قصہ گو مقررین کو مسجد سے باہر نکالا-

(ایضاً)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ صحابۂ کرام نے قصہ خوانوں کو مساجد سے نکالا ہے اور مارا بھی ہے-

(القول الجمیل بہ حوالہ فتاوی اجملیہ، ج4، ص101)

لکھنے والے ضرور پڑھیں

امام قسطلانی علیہ الرحمہ نے ایک کتاب لکھی جس میں انھوں نے امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کی کتابوں سے مدد لی لیکن کہیں امام سیوطی کا ذکر نہیں کیا- امام سیوطی کہا کرتے تھے کہ انھوں نے میری کتابوں سے مدد لی اور یہ ظاہر نہیں کیا کہ وہ میری کتابوں سے نقل کر رہے ہیں، یہ ایک قسم کی خیانت ہے جو نقل میں معیوب ہے اور کچھ حق پوشی بھی ہے-

امام سیوطی کی اس شکایت کا اتنا چرچا ہوا کہ یہ شکایت شیخ الاسلام، زین الدین زکریا انصاری کے حضور محاکمہ کی شکل میں پیش ہوئی- امام سیوطی نے امام قسطلانی کو کئی جگہوں پر قصور وار ٹھہراتے ہوئے فرمایا کہ انھوں نے اپنی کتاب میں کئی مواقع پر بیہقی کے حوالے دیے ہیں؛ ذرا یہ بتائیں کہ بیہقی کی تصنیفات کس قدر ان کے پاس موجود ہیں اور کن تصنیفات سے انھوں نے نقل کی ہے- جب امام قسطلانی نشان دہی کرنے سے عاجز رہے تو امام سیوطی نے کہا کہ آپ نے میری کتابوں سے نقل کیا ہے اور میں نے بیہقی سے پس آپ کو لکھتے وقت یہ ظاہر کرنا چاہیے تھا کہ آپ نے مجھ سے نقل کیا اور میں نے بیہقی سے تاکہ مجھ سے استفادے کا حق بھی ادا ہوتا اور تصحیح نقل کی ذمہ داری سے بھی بری ہو جاتے- امام قسطلانی ملزم کی حیثیت سے مجلس سے اٹھے اور ہمیشہ دل میں یہ بات رکھی کہ امام سیوطی کے دل سے اس کدورت کو دھویا جائے-

ایک روز اسی ارادے سے امام قسطلانی برہنہ سر و پا امام سیوطی سے ملنے شہر مصر سے نکلے اور امام سیوطی کے دروازے پر دستک دی، امام سیوطی نے دریافت کیا کہ کون؟ امام قسطلانی نے کہا کہ میں احمد ہوں، برہنہ سر و پا آپ کے دروازے پر کھڑا ہوں کہ آپ کے دل سے کدورت دور کر کے آپ کو راضی کروں- یہ سن کر امام سیوطی نے اندر سے کہا کہ میں نے دل سے کدورت نکال دی، لیکن نہ دروازہ کھولا اور نہ ملاقات کی!

(ملخصاً: بستان المحدثین مترجم، ص204، ط میر محمد کتب خانہ کراچی)

اس واقعے سے وہ لوگ سبق حاصل کریں جو دوسروں کی تحریر کو اپنی طرف منسوب کرتے ہیں- اگر ہم کسی کی تحریر کو نقل کرتے ہیں تو چاہیے کہ اسے جوں کا توں رہنے دیں- یہ امر بھی لازمی ہے کہ جس سے استفادہ کیا گیا ہے اس کا ذکر کیا جائے-

لیا ہے تو دو شور مچاتے کیوں ہو

لڑکے والوں کی طرف سے ایک لاکھ روپے اور ایک گاڑی کی مانگ کی گئی ہے جس کی وجہ سے لڑکی کے گھر والوں کا چہرہ دیکھنے لائق ہے- یہ وہی لڑکی والے ہیں جو چند سالوں پہلے لڑکے والے تھے- جب یہ لڑکے والے تھے تب انھوں نے بھی ایک لاکھ روپے اور گاڑی کی مانگ کی تھی لیکن جب آج کسی نے ان سے مانگا ہے تو چہرے پر بارہ بجے ہوئے ہیں-

کتنی عجیب بات ہے نا کہ جب لینا تھا تب یہ غلط نہیں تھا پر جب دینے کی باری آئی تو یہ برا لگ رہا ہے- سچ تو یہ ہے کہ لینے والے اور دینے والے میں کوئی فرق نہیں ہے، دونوں ہی دولت کے بھوکے ہیں-

جن لوگوں نے اپنے لڑکے کی شادی میں دوسروں کا مال لوٹا ہے انھیں تو اس بات کا حق ہی نہیں ہے کہ اپنی باری میں اس لین دین کو غلط کہیں؛ اور جو لوگ آج دے کر، کل لینے کا خواب دیکھ رہے ہیں وہ بھی اس جرم میں برابر کے شریک ہیں-

اگر آپ واقعی اسے غلط سمجھتے ہیں تو شروعات آپ کو ہی کرنی ہوگی- آپ اس کے خلاف تنہا کھڑے ہو جائیں اور دوسروں کے لیے خود کو امید کی ایک کرن بنا دیں-

اگر آپ ایسا نہیں کر سکتے تو پھر ہم وہی کہیں گے کہ "لیا ہے تو دو شور مچاتے کیوں ہو"

لین دین

نکاح میں لین دین ایک عام بات ہو گئی ہے- بنا کسی جھجک کے کہا جاتا ہے کہ ہمیں اتنے پیسے اور فلاں فلاں سامان چاہییں- ایک کم پڑھا لکھا شخص بھی اگر انصاف کی نظروں سے دیکھیے تو اسے اس لین دین کی خرابیاں نظر آ جائیں گی-

امام ابو طالب مکی علیہ الرحمہ (م386ھ) لکھتے ہیں کہ نکاح کرنے والے کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ یہ معلوم کرے کہ عورت کو نکاح میں بہ طور جہیز کیا ملے گا اور نہ اس کے لیے یہ جائز ہے کہ اسے کچھ اس لیے دے تاکہ اسے زیادہ ملے اور لوگوں کے لیے بھی جائز نہیں کہ اسے کچھ ہدیہ کریں اور اس کو اس سے زیادہ قیمتی چیز دینے پر مجبور کریں- شوہر کے لیے روا ہے کہ اگر ان کا ارادہ معلوم ہو جائے تو ان کا ہدیہ قبول نہ کرے کیوں کہ یہ سب نکاح کی بدعت ہے اور یہ نکاح میں تجارت کی مانند ہے جو سود میں داخل ہے اور جُوا کے مشابہ ہے اور جس نے اس نیت کے ساتھ اس طرح نکاح کیا یا کرایا تو یہ نیت فاسد ہے اور اس کا یہ نکاح نہ دین کے لیے ہے نہ آخرت کے لیے!

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص نکاح کرتے وقت یہ پوچھتا ہے کہ عورت کیا لائے گی تو سمجھ لو کہ وہ چور ہے لہذا اس کے ساتھ نکاح مت کرو-

[آج تو مانگ کی جاتی ہے کہ یہ اور وہ ہونا چاہیے ورنہ نکاح نہیں ہوگا تو ایسے لوگوں کو چور سے بھی بدتر سمجھا جا سکتا ہے-]

(قوت القلوب، ج2، ص478، ط برکات رضا گجرات

بہ حوالہ مہر اور جہیز، ص26)

مجھے معلوم نہیں

امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں عمر بن ابی زائدہ کہتے ہیں کہ کسی سوال کے جواب میں امام شعبی سے زیادہ میں نے کسی کو بہ کثرت یہ کہتے ہوئے نہیں سنا کہ مجھے معلوم نہیں۔ یعنی امام شعبی اکثر سوالوں کے جواب میں یہ کہتے تھے کہ "مجھے معلوم نہیں"

(دارمی بہ حوالہ انباء الحی، مترجم، ص269)

یہ کہنا کتنا مشکل ہے کہ مجھے نہیں معلوم یا میں نہیں جانتا! اگر دو چار لوگوں کے بیچ کسی عالم کو یہ کہنا پڑ جائے تو کیا ہوگا؟ مانا کہ یہ کہنے میں جھجک محسوس ہوگی لیکن بھلائی اسی میں ہے کہ غلط بیانی کا سہارا لینے کے بجائے کہہ دیا جائے کہ "مجھے معلوم نہیں"

مجھے پاپڑ نہیں ملا

باراتیوں کو اچھا کھانا کھلانے کے چکر میں لڑکی والے قرضے میں ڈوب گئے لیکن کچھ باراتیوں کو ابھی بھی شکایت ہے کہ انھیں پاپڑ نہیں ملا! کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ انھیں سلاد اور مچھلی کی زیارت نصیب نہیں ہوئی۔

ولیمہ کی دعوت میں لاکھوں روپے خرچ ہو گئے مگر افسوس کہ پاپڑ، سلاد اور مچھلی وغیرہ کا مسئلہ حل نہیں ہو پایا!

ابھی اگر آپ دو تین سو لوگوں کو کھانے کی دعوت دیتے ہیں تو یہ بھول جائیے کہ آپ سب کو اچھی طرح کھلا پائیں گے! اچھی طرح کا مطلب یہ نہیں کہ جو آپ کو اچھا لگتا ہے بلکہ اس کا مطلب وہ بتائیں گے جنھیں پاپڑ نہیں ملے گا!

میزبان اگر اپنا کلیجہ بھی نکال کر مہمانوں کو تقسیم کر دے تو حال یہ ہے کہ کچھ لوگ کھانے کے بعد کہیں گے: کلیجہ تو دے دیا لیکن صحیح سے پکا ہوا نہیں تھا!

کیا آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ایسا ہونے کی وجہ کیا ہے؟ آئیے ہم بتاتے ہیں کہ آخر ایسا کیوں ہوتا ہے:

اس کی بنیادی وجہ ہے کھانے میں تکلف یعنی لوگوں کو وہ کھلانا جو آپ خود نہیں کھاتے؛ آپ جو کھاتے ہیں اس سے زیادہ قیمتی کھانے کا انتظام کرنا۔

ہمارے اسلاف کا طرز عمل یہ تھا کہ وہ کھانے میں تکلف کو پسند نہیں کرتے تھے، چناں چہ:

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ مجھے اس کی کوئی پروا نہیں کہ میرے بھائیوں میں سے میرے پاس کون آتا ہے کیوں کہ میں ان کے لیے تکلف نہیں کرتا، کھانے کو جو کچھ ہوتا ہے پیش کر دیتا ہوں۔ اگر میں ان کے لیے تکلف سے کام لوں تو ان کا آنا مجھے برا لگے گا۔ (احیاء العلوم)

یہ جملہ قابل غور ہے کہ "اگر میں ان کے لیے تکلف سے کام لوں تو ان کا آنا مجھے برا لگے گا-"
آج اگر کچھ لوگ مہمان کو بوجھ سمجھتے ہیں تو اس کی وجہ بھی تکلف ہے-

ایک بزرگ نے تو جب اپنے دوست کو تکلف کرتے دیکھا تو کہنے لگے کہ عام حالات میں نہ تو تم ایسا کھانا کھاتے ہو اور نہ میں، تو پھر ہم اکٹھے ایسا کھانا کیوں کھائیں؟ یا تو تم یہ تکلف چھوڑ دو یا میں تم سے ملنا چھوڑ دوں- (احیاء العلوم)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ جو چیز ہمارے پاس نہیں اس کے بارے میں ہم مہمان کے لیے تکلف نہ کریں اور جو کچھ موجود ہو پیش کر دیں- (التاریخ الکبیر للبخاری)

حضرت فضیل بن عیاض فرماتے ہیں کہ لوگوں نے تکلف کی وجہ سے ملنا چھوڑ دیا ہے کہ ان میں سے ایک اپنے بھائی کی دعوت کرتا اور تکلف سے کام لیتا جس کی وجہ سے وہ دوبارہ اس کے پاس نہ آتا-
(احیاء العلوم)

امام غزالی علیہ الرحمہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کے متعلق لکھا ہے کہ جب آپ کو دعوت دی جاتی تو آپ فرماتے کہ میں تین شرائط کے ساتھ تمھاری دعوت قبول کروں گا:
(1) تم بازار سے کوئی نئی چیز نہیں لاؤ گے-
(2) گھر میں جو کچھ ہو وہ سارا پیش نہیں کرو گے-
(3) اپنے اہل و عیال کو بھوکا نہیں رکھو گے-
(ایضاً)

ہم تکلف میں اتنا بڑھ چکے ہیں کہ اب اسے ضروری سمجھنے لگے ہیں- اسی وجہ سے ہم لاکھوں روپے لٹانے کے بعد بھی شکایتیں سنتے ہیں- اگر ہم سادگی اپنائیں تو نتائج کچھ اور ہوں گے-

محتاج کا جب یہ عالم ہے

حضرت شیخ عبد العزیز دباغ رحمہ اللہ تعالی کے شاگرد حضرت علامہ احمد بن مبارک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں اپنے استاد محترم کے ساتھ محو کلام تھا- میں نے آپ رحمہ اللہ کے سامنے حضرت سلیمان علیہ السلام کا تذکرہ کیا کہ اللہ تعالی نے اُن کے لیے کس طرح جن و انس، شیاطین اور ہوا کو مسخر کر دیا تھا! میں نے یہ بھی ذکر کیا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو یہ معجزہ عطا کیا گیا تھا کہ لوہا ان کے ہاتھ میں آکر آٹے کی ٹکیہ کی طرح نرم ہو جاتا!

(پھر میں نے کہا کہ) حضرت عیسی علیہ السلام نے کوڑھیوں کو تندرست کرنے، مادر زاد اندھوں کو بینا کرنے اور مردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ عطا فرمایا تھا!

میری اس گفتگو سے آپ رحمہ اللہ نے سمجھا کہ شاید میں یہ کہہ رہا ہوں کہ جب حضور ﷺ سید الخلق ہیں اور تمام انبیا سے افضل ہیں تو پھر آپ ﷺ سے اس طرح کے معجزات کیوں رو نما نہیں ہوئے اور جو معجزات آپ سے رو نما ہوئے ہیں ان کا انداز جداگانہ ہے-

اس کے بعد استاد محترم نے فرمایا کہ وہ تمام ملک و بادشاہی جو اللہ رب العزت نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو عطا فرمائی تھی، حضرت داؤد علیہ السلام کے دست اقدس میں لوہے کو نرم کر دیا تھا اور جن عنایات سے اللہ تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام کو نوازا تھا، اللہ رب العزت نے یہ سب کچھ بلکہ اس سے بہت زیادہ آپ ﷺ کی امت کے اولیاے کاملین کو عطا کیا ہے!

اللہ تعالی نے اولیا کے لیے جن و انس، شیاطین، ہوا اور ملائکہ بلکہ تمام عالم کو مسخر کر دیا ہے- اللہ نے ان کو قدرت بخشی ہے وہ مادر زاد اندھوں کو بینا کر دیتے ہیں، اپاہجوں کو صحت عطا کرتے ہیں، مردوں کو زندہ کرتے ہیں لیکن یہ وہ پوشیدہ امر ہے جو مخلوق کے لیے ظاہر نہیں کیا جاتا تاکہ لوگ ان کی طرف ہمہ تن مائل ہو کر اپنے اللہ کو بھول نہ جائیں- اولیاے کرام کو یہ تمام قدرت و توانائی تاجدار مدینہ ﷺ کی برکت سے حاصل ہوئی ہے- یہ سب آپ ﷺ کے معجزات ہی ہیں- (الابریز)

محدثین کا احسان

ہارون رشید کے پاس ایک زندیق کو لایا گیا، خلیفہ نے اس کے قتل کا حکم صادر کیا تو اس نے کہا: تم مجھے قتل کر دو گے لیکن ان چار ہزار احادیث کا کیا کرو گے جن کو میں نے وضع کر کے (یعنی گھڑ کر) لوگوں میں عام کر دیا ہے! ان (چار ہزار) میں سے کوئی بات رسول اللہ ﷺ سے منقول نہیں تھی- خلیفہ نے کہا کہ اے زندیق! تو عبداللہ بن مبارک اور ابن اسحاق غواری کو نہیں جانتا، ان کی تنقید کی چھلنی سے تیری تمام حدیثوں کا ایک ایک حرف نکل آئے گا-

(تاریخ دمشق، ج4، ص115 بہ
حوالہ شان حبیب المنعم من روایات المسلم)

یہ تو صرف ایک شخص کا واقعہ ہے جس نے چار ہزار احادیث گھڑ کر لوگوں میں عام کیں، اس کے علاوہ بھی کئی لوگوں کا ذکر تاریخ میں ملتا ہے جنھوں نے حدیثیں گھڑیں بلکہ کئی فرقوں نے اس پر زور دیا اور اس کے ذریعے عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کی لیکن اس امت پر محدثین کرام کا بہت بڑا احسان ہے جنھوں نے اپنی تحقیق و تنقید کی چھلنی میں حدیث رسول کو منگھڑت روایات سے الگ کیا اور آج بھی محققین اس اہم ترین کام میں مصروف ہیں-

کسی بھی روایت کو بیان کرنے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ وہ کس کتاب میں موجود ہے اور یہ بھی ضروری نہیں کہ کتاب میں ہونے کی وجہ سے وہ صحیح ہو کیوں کہ کتابوں میں بھی جھوٹی روایات ہوتی ہیں لہذا یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ اس روایت پر علمائے اہل سنت کی کیا تحقیق ہے- اگر کبھی آپ نے ایسی روایات بیان کر دیں یا کہیں لکھ دی جو صحیح نہیں تھی تو علم ہو جانے پر اپنی غلطی کو فوراً تسلیم کریں بجائے ہٹ دھرمی کرنے کے، کیوں کہ اس پر اسرار کرنا مزید ایک بڑی غلطی ہے-

قصہ گو مسجد سے باہر

امام شیخ ابو طالب مکی علیہ الرحمہ (م386ھ) لکھتے ہیں کہ جب کوئی شخص علم کی مجلس میں حاضر نہ ہو سکے تو اس کا نوافل پڑھتے رہنا اور اللہ تعالی کے دین میں غور و فکر کرنا، قصہ گوئی کی محفل میں جانے اور قصے کہانیاں سننے سے زیادہ پاکیزہ ہے کیوں کہ علمائے کرام کے نزدیک قصہ گوئی ایک بدعت ہے اور وہ قصہ گو افراد کو مسجد سے باہر نکال دیا کرتے تھے؛ چناں چہ:

ایک دن سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالی عنھما مسجد میں اپنی مخصوص نشست کے پاس آئے تو وہاں ایک قصہ گو کو قصہ سناتے پایا، پس اس سے ارشاد فرمایا: میرے بیٹھنے کی جگہ سے اٹھ جاؤ-
وہ بولا: میں نہیں اٹھوں گا، میں اس جگہ بیٹھ چکا ہوں- راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نے سپاہی بلا کر اسے اس جگہ سے اٹھوا دیا-

اگر قصہ گوئی سنت ہوتی تو حضرت ابن عمر کبھی اس قصہ گو کو اس جگہ پر بیٹھنے کے بعد نہ اٹھاتے بالخصوص اس صورت میں کہ وہ آپ سے پہلے وہاں بیٹھ چکا تھا اور یہ کیسے ممکن ہے حالانکہ خود حضرت ابن عمر نے روایت بیان کی ہے کہ "تم میں سے کوئی بھی اپنے بھائی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود نہ بیٹھے بلکہ وسعت اور کشادگی اختیار کر لیا کرو-"
(صحیح مسلم، کتاب السلام)

منقول ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنھا نے ایک قصہ گو کے متعلق حضرت ابن عمر کو پیغام بھیجا تو آپ نے اس قصہ گو کی اتنی پٹائی کی کہ اس کی پشت پر مار مار کر اپنا عصا توڑ ڈالا، پھر اسے ایسے ہی پھینک دیا-

(قوت القلوب، اردو، ج1، ص336، 337، ملخصاً)

آج بھی ایسے قصہ گو افراد موجود ہیں جنھیں موٹی موٹی رقم دے کر قصے بیان کرنے کے لیے بلایا جاتا ہے اور ان کے مقابلے میں علمائے اہل سنت کو گھاس تک نہیں ڈالی جاتی- جنھیں مسجد سے باہر نکالنا چاہیے انھیں منبر پر بیٹھایا جاتا ہے اور دست بوسی کی جاتی ہے- نہ جانے لوگوں کو کب یہ بات سمجھ آئے گی-

اس بات کو سمجھے ہی نہیں اہل گلستاں
پھولوں کی زباں اور ہے کانٹوں کی زباں اور

معافی کی کیا بات ہے

ایک بزرگ کو کسی نے کھانے پر بلایا، جب وہ گھر پہنچے تو معذرت کر لی کہ ابھی کھانے کو کچھ نہیں ہے!

تین بار بلا کر ایسا ہی کیا لیکن ان بزرگ نے اُف تک نہ کیا- تیسری مرتبہ وہ شخص قدموں میں گر پڑا اور معافی مانگتے ہوئے کہنے لگا: میں نے تو آپ کا امتحان لیا تھا-

یہ سن کر وہ بزرگ کہنے لگے: اس میں معافی مانگنے کی کیا بات ہے؟ یہ معاملہ تو کُتے جیسا ہے، بلاؤ تو چلا آتا ہے اور دھتکارو تو چلا جاتا ہے-

اللہ اکبر! دور حاضر میں ایسا اخلاق کہاں دیکھنے کو ملتا ہے- اگر ہمیں کوئی دعوت دے کر ایسا کرے تو آئندہ سے اس کی دعوت قبول کرنا تو کجا ہم اس کی شکل دیکھنا بھی گوارا نہیں کریں گے، ابھی تو حال یہ ہے کہ اگر کھانے میں تھوڑی بہت کمی رہ جائے تو ہم شکایتوں کے پہاڑ کھڑے کر دیتے ہیں-

اللہ تعالی ہمیں اخلاق حسنہ عطا فرمائے اور تکبر و ریاکاری سے محفوظ رکھے-

مقصود کائنات اور ایک روایت

کچھ دنوں پہلے ایک شعر کو لے کر دو گروہوں میں کافی بحث و تکرار ہوئی- وہ بےدم شاہ وارثی کا یہ شعر تھا:

بےدم یہی تو پانچ ہیں مقصود کائنات
خیر النسا حسین و حسن مصطفی و علی

ایک گروپ نے کہا کہ یہ شعر درست نہیں ہے کیوں کہ مقصود کائنات صرف حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی ہے اور دوسرے نے کہا کہ اس میں کوئی قباحت نہیں ہے- دونوں طرف سے تحریروں اور تقریروں کا سلسلہ شروع ہوا جس میں رافضیت اور خارجیت کے فتوے بھی جاری کیے گئے!
صحتِ شعر کا انکار کرنے والوں کو کسی نے اہل بیت کا دشمن قرار دیا تو دوسری طرف حمایت کرنے والوں کو رافضیت اور شیعیت کا دلال کہا گیا! اس افراط و تفریط کے ماحول سے دور ایک معتدل مزاج رکھنے والی جماعت نے اصلاح کی بھرپور کوشش کی لیکن کچھ لوگوں کے سر پر ایسا بھوت سوار ہے جو کسی کی سننے ہی نہیں دیتا-

جب دونوں طرف سے گولیاں چل رہی تھیں تو اپنی فتح کا جھنڈا بلند کرنے کے چکر میں کچھ لوگوں نے یہ بھی نہیں دیکھا کہ ہم جو گولیاں چلا رہے ہیں وہ کہاں سے لی گئیں ہیں- ہمارے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ دونوں طرف سے دلائل پیش کیے جا رہے تھے لیکن اس میں بعض لوگوں نے اِدھر اُدھر کی باتوں کو بھی دلیل بنا کر اپنا الو سیدھا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی-
مثال کے طور پر اس شعر کو درست کہنے والوں میں سے بعض نے شیعوں کی گھڑی ہوئی روایات کو بھی نہیں چھوڑا- اپنے پلڑے کو بھاری کرنے کے لیے ایسی روایات کو بیان کیا گیا جو مذہب شیعہ کی ترجمانی کرتی ہیں- ایک روایت کچھ اس طرح ہے:

روایت ہے کہ جب اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان کے جسم میں روح ڈالی تو حضرت آدم نے عرش کے داہنی طرح نگاہ اٹھا کر دیکھا کہ پنج تن پاک کا نور رکوع اور سجود کر رہا ہے- حضرت آدم نے ان کے متعلق سوال عرض کیا تو اللہ تعالی نے فرمایا کہ یہ تیری اولاد میں سے پانچ شخص ہیں، اگر یہ (پانچوں) نہ ہوتے تو میں جنت، دوزخ، عرش، کرسی، آسمان، زمین، فرشتے اور انسان وغیرہ کسی کو پیدا نہ کرتا...... الخ

اس روایت کا حوالہ دیتے ہوئے کچھ کتابوں کا نام بھی لیا جاتا ہے، مثلاً ایک مقرر صاحب نے کہا کہ اس روایت کو پیر مہر علی شاہ نے اپنی کتاب "مہر منیر" میں لکھا ہے اور اسے حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی کی طرف منسوب کیا ہے-

پہلی بات تو یہ ہے کہ "مہر منیر" نامی کتاب پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمہ کی تصنیف نہیں ہے بلکہ مولانا فیض احمد صاحب (خطیب درگاہ غوثیہ مہریہ) کی ہے- یہ کتاب پیر مہر علی شاہ گولڑوی کی سوانح حیات پر مشتمل ہے- اس میں یہ روایت ایک دوسری کتاب سے نقل کی گئی ہے جس کا نام "ارجح المطالب" ہے- اسی کتاب "ارجح المطالب" کے حوالے سے اور بھی بعض لوگوں نے اس روایت کو نقل کیا ہے- بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ "ارجح المطالب" اہل سنت کی معتبر کتاب ہے لہذا اب ذرا ایک نظر اس کتاب پر بھی ڈالتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ اہل سنت کے نزدیک کتنی معتبر ہے-

ارجح المطالب پر ایک نظر:

یہ کتاب مولوی عبیداللہ امرتسری کی ہے جو کہ سنی نہیں بلکہ تقیہ باز شیعہ تھا- اسی کتاب میں درج ذیل باتیں بھی موجود ہیں:

(1) جو عورت حضرت علی سے بغض رکھے اسے پاخانے کی راہ سے حیض کا خون آتا ہے-

(2) حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں اور علی ایک نور سے ہیں۔ (اس سے شیعوں کا عقیدہ ثابت ہوتا ہے)

(3) حضرت ابو بکر صدیق سے باغ فدک کے معاملے میں اجتہادی خطا ہوئی۔

(4) شیخین سے بہ تقاضائے بشریت امور شریعت میں غلطی ہو جایا کرتی تھی اور حضرت علی سے غلطی کا صدور ممکن نہیں تھا۔

(اس سے عصمت کا عقیدہ ثابت ہوتا ہے، شیعوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت علی معصوم ہیں)

(5) محمد بن سیرین کہا کرتے تھے کہ اگر وہ قرآن مل جاتا جو حضرت علی نے جمع کیا تھا تو اس سے بہت علم حاصل ہوتا۔

(اس سے بھی شیعوں کا یہ عقیدہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مکمل نہیں)

(6) حضور ﷺ نے فرمایا کہ علی خیر البشر ہیں، جس نے انکار کیا وہ کافر ہوا۔

(7) حضور ﷺ سے سوال کیا گیا کہ شب معراج اللہ تعالی نے آپ سے کس آواز میں کلام کیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ علی کی آواز کے ساتھ۔

(یہ بھی عقائد شیعہ کی ترجمانی کرتی ہے)

(8) اللہ تعالی نے اپنے فرشتوں کو علی کے منھ کے نور سے پیدا فرمایا۔

(9) حضرت فاطمہ کا نکاح فرشتوں کی گواہی سے ہوا۔

(دیکھیے ارجح المطالب یعنی سیرت امیر المومنین)

اس کے علاوہ اور بھی کئی عبارات ہیں جو اہل سنت کے بنیادی عقائد کے خلاف ہیں لہذا یہ ہمارے نزدیک معتبر نہیں اور اس کے حوالے اہل سنت پر حجت نہیں ہو سکتے۔

(انظر: میزان الکتب، ص441 تا 460)

ملک پاکستان کے ایک مشہور خطیب نے اس روایت کو بیان کر کے جب حوالے دینے شروع کیے تو رفتار میں یہ بھی کہتے ہوئے نکل گئے کہ امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اسے نقل کیا ہے......!!! انھوں نے کتاب کا نام ہی نہیں بتایا اور بتاتے بھی کیسے، جب ایسی کوئی کتاب ہی نہیں تھی۔

اس روایت کو صحیح ثابت کرنے کے لیے کچھ تفسیر کی کتابوں کا بھی حوالہ دیا جاتا ہے حالانکہ کتب تفاسیر میں موجود روایات کے حالات اہل علم حضرات بہ خوبی جانتے ہیں۔ ایسے حوالے پیش کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔

اس سے ملتی جلتی ایک روایت یوں بیان کی جاتی ہے کہ نبی کریم ﷺ سے سوال کیا گیا: یا رسول اللہ ﷺ! حضرت آدم علیہ السلام نے کن کلمات کے ذریعے توبہ کی تھی؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللھم اغفر لی بحق محمد و علی و فاطمۃ و حسن و حسین

یعنی اے اللہ مجھے ان پانچوں (محمد ﷺ، علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنھم) کے وسیلے سے بخش دے۔

اس روایت کو امام ابن جوزی نے "الموضوعات" میں داخل کیا ہے اور امام دارقطنی، یحییٰ بن معین اور ابن حبان کے اقوال کو بھی نقل کیا ہے جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں ہے۔

اس کے علاوہ ابو زرعہ، ابو حاتم، ابومعمر، ابن عدی وغیرہ نے اس کے راویوں پر جرح کی ہے۔

(انظر: الموضوعات لابن جوزی، ج2، ص3، ط المکتبة السلفیة بالمدینة المنورة،

و فیہ حسین الاشقر، قال ابو زرعة: منکر الحدیث، و قال ابو حاتم: لیس بقوی، و قال الجوزجانی: غال شنام للخیرة، و قال ابو معمر الھذلی: کذاب، و قال النسائی و الدارقطنی: لیس بالقوی "المیزان" و قال الذھبی فی الترتیب: عمر لیس بثقة، و قال ابن عراق فی التنز یہ: و اخرجہ ابن انجار من طر یق محمد بن علی بن خلف العطار من ھذا الضرب عجائب و ھو منکر الحدیث والبلاء فیہ عندی منہ لا من حسین)

ہماری اس پوری بحث کا مقصد صرف ایسی روایات کا رد کرنا ہے جو شیعوں کی گھڑی ہوئی ہیں اور ان کے مذہب کو تقویت پہنچاتی ہیں نہ کہ یہ ثابت کرنا کہ بےدم شاہ وارثی کا مذکورہ شعر درست ہے یا نہیں؟

فَاعْتَبِرُوْا يَآاُولِي الْاَبْصَار

حضرت امیر معاویہ مومنوں کے ماموں ہیں

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم ﷺ کی زوجۂ محترمہ سیدہ ام حبیبہ بنت ابو سفیان کے بھائی ہیں لہذا مومنوں کی ماں کے بھائی مومنوں کے ماموں ہوئے اور کئی معتبر علمائے کرام نے یہ بات صرف لکھی ہی نہیں ہے بلکہ اس پر اعتراض کرنے والوں کو منہ توڑ جواب بھی دیا ہے۔

(1) السنة، ج2، ص434، ر659

(2) ایضاً، ر658

(3) ایضاً، ص433، ر657

(4) اسکات الکلاب العاویة بفضائك خال المؤمنين معاويہ، ص75

(5) معاویہ بن ابی سفیان شخصیته وعصره الدولة السفيانة، ص214

(6) الشریعہ، ج5، ص2448، ر1930

(7) تفسیر ابن عباس، تحت تفسیر سورہ ممتحنہ، آیت نمبر7

(8) الثقات للعجلی، ص127، 128، ر218

(9) البدء والتاریخ، ج5، ص13

(10) ایضاً، ص149

(11) الشریعہ، جلد5، ص2431، 2448، ر1930

(12) الاعتقاد، اعتقاد فی الصحابة، ص43

(13) الحجة فی بیان المحجة وشرح عقیدة اہل السنة، ج1، ص248

(14) الاباطیل والمناکیر والصحاح والمشاهیر، ص116، ر191

(15) کتاب الاربعین فی ارشاد السائرین الی منازل المتقین او الاربعین الطائیة، ص174

(16) تاریخ دمشق، ج59، ص55، ر7510

(17) مثنوی مولوی معنوی، دفتر دوم، بیدار کردن ابلیس معاویہ راکہ بر خیز کہ وقت نماز بیگاہ شد، صفحہ نمبر63

(18) مرقاۃ المفاتیح، ج4، ص1557

(19) مرآۃ المناجیح، ج3، ص320

(20) امیر معاویہ کے حالات، پہلا باب، ص40

(21) لعمۃ الاعتقاد، ص40

(22) مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر، ج2، ص284

(23) البدایہ والنہایہ، ج4، ص163

(24)ایضاً، ج8، ص125

(25) اتعاظ الحنفاء باخبار الائمۃ الخ، ج1، ص131

(26) الصواعق المحرقہ، ص355

(27) مرقاۃ للقاری، ج8، ص3258، ر5203

(28) غذاء الالباب، ج2، ص457

(29) تحقیق الحق از پیر مہر علی، ص159

(30) فیضان سنت، ص937، 938

(ماخوذ از من ھو معاویہ مصنفہ علامہ لقمان شاہد صاحب قبلہ)

میرا مرید جنت میں

حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے مریدین کے لیے جو بشارتیں ارشاد فرمائی ہیں کہ میرا مرید بغیر توبہ کے نہ مرے گا اور میں اس کے لیے جنت کا ضامن ہوں وغیرہ، اِن کو بیان کرتے ہوئے اعتدال کو ملحوظ رکھنا بہت ضروری ہے- ہمارے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ عوام الناس کے سامنے یہ یا اس طرح کی باتوں کو اس انداز میں پیش نہ کیا جائے جس سے وہ میدان عمل میں ہتھیار ڈال دیں اور اسی امید پر نیک کاموں کو ترک کر دیں کہ ہمارے لیے تو جنت کی بشارت رکھی ہوئی ہے- اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ ان بشارتوں کو چھپایا جائے اور صرف خوف پیدا کرنے کے لیے ایسا طرز اپنایا جائے کہ ایک عام آدمی یہ سمجھ بیٹھے کہ اب تو ہمارا کچھ ہو ہی نہیں سکتا اور جہنّم ہمارے لیے تیار ہے- مختصر یہ کہ خوف و امید کے درمیان رہا جائے-

امام فقیہ ابواللیث نصر سمرقندی حنفی علیہ الرحمہ اسی امر کی بابت لکھتے ہیں کہ واعظ (مقرر) خوف اور امید دونوں کو اپنا موضوع سخن بنائے- صرف خوف یا صرف امید کے موضوع پر بیان نہ کرے؛ کیوں کہ ایسا کرنا ممنوع ہے-

(انظر: بستان العارفین للسمرقندی، ص58)

میلاد النبی کی فضیلت پر بے اصل روایات

میلاد مصطفی ﷺ پر خوشیاں منانا اور اس پر رقم خرچ کرنا ایک جائز و مستحسن عمل ہے لیکن اس کی فضیلت بیان کرنے کے لیے کسی غیر ثابت روایت کو بیان کرنا ہرگز درست نہیں- میلاد النبی پر رقم خرچ کرنے کی فضیلت پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کا قول بیان کیا جاتا ہے کہ "جو شخص میلاد پر ایک درہم خرچ کرتا ہے وہ کل قیامت کے دن جنت میں میرے ساتھ ہوگا" اس کے علاوہ بھی کچھ ملتے جلتے اقوال خلفاے راشدین اور دیگر بزرگانِ دین کے حوالے سے بیان کیے جاتے ہیں-

حضرت مولانا محمد عرفان مدنی حفظہ اللہ (المتخصص فی الفقہ الاسلامی) لکھتے ہیں کہ (حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کی طرف منسوب) مذکورہ بالا روایت حدیث کی کسی مستند کتاب میں نہیں ملتی- یہ روایت "النعمۃ الکبری" کتاب میں موجود ہے اور یہ کتاب علامہ ابن حجر مکی علیہ الرحمہ کی طرف منسوب ہے، لیکن اصل کتاب "النعمۃ الکبری" جو علامہ ابن حجر مکی کی ہے، اس میں یہ روایت موجود نہیں ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ کتاب جس میں یہ روایت ہے، یہ علامہ ابن حجر مکی کی اصل کتاب نہیں ہے-

(مجلہ البرہان الحق،جنوری تا مارچ 2012، ص9 تا 11)

حضرت علامہ شرف قادری علیہ الرحمہ نے اس کے جو جوابات دیے ہیں ان میں سے چند پیش خدمت ہے:

(1) علامہ ابن حجر مکی دسویں صدی کے بزرگ ہیں تو لازمی امر ہے کہ انھوں نے مذکورہ بالا روایت صحابۂ کرام سے نہیں سنی لہذا وہ سند معلوم ہونی چاہیے جس کی بنا پر احادیث روایت کی گئی ہیں خواہ وہ سند ضعیف ہی کیوں نہ ہو یا ان روایات کا کوئی مستند ماخذ

ملنا چاہیے- حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اسناد دین سے ہیں، اگر سند نہ ہوتی تو جس کے دل میں جو آتا کہہ دیتا-

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت کے آخر میں ایسے لوگ ہوں گے جو تم کو ایسی حدیثیں بیان کریں گے جو نہ تم نے سنی ہوں گی اور نہ تمھارے آبا نے، تم ان سے دور رہنا- سوال یہ ہے کہ خلفاے راشدین رضی اللہ تعالی عنھم اور دیگر بزرگان دین کے یہ ارشادات امام احمد رضا بریلوی، شیخ عبد الحق محدث دہلوی، امام ربانی مجدد الف ثانی، ملا علی قاری، امام سیوطی، علامہ نبہانی رحمھم اللہ تعالی اور دیگر علماے اسلام کی نگاہوں سے کیوں پوشیدہ رہے؟ جب کہ ان حضرات کی وسعت علمی کے اپنے اور بیگانے سب ہی معترف ہیں-

(3) علامہ یوسف نبہانی رحمہ اللہ نے جواہر البحار کی جلد سوم میں علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ کے اصل رسالے "النعمۃ الکبری" کی تلخیص نقل کی ہے جو خود علامہ ابن حجر مکی نے تیار کی تھی- اصل کتاب میں ہر بات پوری سند کے ساتھ بیان کی گئی تھی، تلخیص میں سندوں کو حذف کر دیا گیا ہے- ابن حجر فرماتے ہیں کہ میری کتاب واضعین کی وضع اور ملحد و مفتری لوگوں کے انتساب سے خالی ہے جب کہ لوگوں کے ہاتھوں میں جو میلاد نامے پائے جاتے ہیں ان میں اکثر موضوع اور جھوٹی روایات موجود ہیں- اس کتاب میں خلفاے راشدین اور دیگر بزرگان دین کے مذکورہ بالا اقوال کا نام و نشان تک نہیں ہے- اس سے نتیجہ نکالنے میں کوئی دشواری نہیں آتی کہ یہ ایک جعلی کتاب ہے جو علامہ ابن حجر مکی کی طرف منسوب کر دی گئی ہے- علامہ سید محمد عابدین شامی (صاحب رد المحتار)

کے بھتیجے علامہ سید احمد عابدین شامی نے اصل نعمۃ کبری کی شرح نثر الدر علی مولد ابن حجر لکھی جس کے جس کے متعدد اقتباسات علامہ نبہانی نے جواہر البحار جلد سوم میں نقل کیے ہیں، اس میں بھی خلفاے راشدین کے مذکورہ بالا اقوال کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

(مجلہ البرہان الحق،جنوری تا مارچ 2012، ص9 تا 11)

میلاد مصطفی پر شیطان کا رونا پیٹنا

جب نبی اکرم، نور مجسم، امام الانبیا، سرکارِ مدینہ ﷺ کی ولادت با سعادت ہوئی تو شیطان لعین نے رونا شروع کر دیا اور یہ کوئی واعظانہ بات نہیں ہے بلکہ ایک حقیقت ہے۔ اس کے چیخ و پکار کرنے کے دلائل حسبِ ذیل ہیں:

(1) تفسیر وقیع تحت سورۂ فاتحہ

(2) تفسیر ابن مخلد تحت سورۂ فاتحہ

(3) تفسیر قرطبی تحت سورۂ فاتحہ

(4) تفسیر در منثور للسیوطی، ج1، ص17

(5) کتاب العظمۃ، ابو الشیخ، ص428

(6) معجم مقاییس اللغۃ، ابن فارس، ج2، ص380

(7) شرف المصطفی، ج1، ص347

(8) المخصص الملف الاول، ج1، ص394

(9) حلیۃ الاولیا، ج3، ص341

(10) غنیۃ الطالبین، باب فضیلت

(11, 12) الروض الانف، ج1، ص74، ص278

(13) مولد العروس، ص3

(14) الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہ ﷺ، ج1، ص98

(15) الاحادیث المختارہ، ج4، ص114

(16) عیون الاثر، ج1، ص34

(17) البدایہ والنہایہ، ج3، ص42

(18) السیرۃ النبویۃ لابن کثیر، ج1، ص212

(19) المختصر الکبیر فی سیرۃ الرسول، ج1، ص7

(20, 21) سبل الہدیٰ والرشاد، ج1،ص35 و ج2، ص218

(22) السیرۃ الحلبیۃ، ج1، ص99

(23) الدر المنظم فی مولد النبی الاعظم، ص82

(24) ضیاء النبی، ج2، ص56

(ملخصاً: لمعات مصطفی ﷺ، ص41، 42)

میں اسے سنی بنا دوں گا

عمران بن حِطّان رَقاشی اکابر علمائے محدثین میں سے تھے، ان کی ایک چچا زاد بہن خارجیہ (ایک گمراہ فرقے سے) تھی اس سے نکاح کر لیا!

علمائے کرام نے سن کر طعنہ زنی کی تو انھوں نے کہا: میں نے تو اس لیے نکاح کیا ہے کہ اس کو اپنے مذہب پر لے آؤں گا-

ایک سال نہ گزرا تھا کہ خود خارجی ہو گئے!!!

(الإصابة فی تمیز الصحابة، ج5، ص233 بہ حوالہ ملفوظات اعلی حضرت)

ع شکار کرنے چلے تھے شکار ہو بیٹھے

اسی طرح آج بھی کچھ سنی لڑکے بدمذہبوں کے گھر سے لڑکی لاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں اسے سنی بنا دوں گا لیکن ہوتا کچھ اور ہے!

نکاح کرتے وقت سب سے پہلے ہمیں ایک دوسرے کے دین کو ملحوظ رکھنا چاہیے- اگر لڑکی یا لڑکا بدمذہب ہے تو ہرگز ان سے رشتہ نہ جوڑیں-

نکاح ہو تو ایسا

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالی عنہ کا نکاح ہے.....، بارات میں آپ کے دوست احباب بھی دلہن کے گھر چلے....، گھر پہنچے تو آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے اِن سے فرمایا:
"اللہ تعالی آپ لوگوں کو جزائے خیر عطا فرمائے، اب آپ لوگ لوٹ جائیں"
اور گھر کے اندر نہ جانے دیا جس طرح کہ بیوقوف لوگ اپنے دوستوں کو زوجہ کے گھر داخل کر لیتے ہیں-
جب آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے گھر خوب سجا دھجا دیکھا تو فرمانے لگے کہ تمھارے گھر کو بخار آ گیا ہے یا کعبہ شریف یہاں منتقل ہو گیا ہے؟
اہل خانہ نے کہا کہ ایسا نہیں ہے-
پھر آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے دروازے پر لٹکے پردے کے سوا سارے پردے اتروا دیے پھر اندر داخل ہوئے اور وہاں بہت سارا سامان دیکھا تو پوچھا کہ اتنا سامان کس لیے ہے؟
گھر میں موجود لوگوں نے کہا کہ یہ آپ کے اور آپ کی زوجہ کے لیے ہے-
آپ نے فرمایا: مجھے میرے خلیل محمد ﷺ نے زیادہ مال و دولت جمع کرنے کی نہیں بلکہ اس بات کی نصیحت فرمائی تھی کہ تمھارے پاس دنیاوی مال صرف اتنا ہو جتنا مسافر کا زاد راہ ہوتا ہے-
پھر آپ نے وہاں ایک خادم کو دیکھا تو پوچھا کہ یہ کس کے لیے ہے؟
گھر والوں نے کہا کہ یہ آپ کی اور آپ کی اہلیہ کی خدمت کے لیے ہے-
آپ نے فرمایا: مجھے میرے خلیل ﷺ نے خادم رکھنے کی نصیحت نہیں فرمائی بلکہ صرف اسے روکنے کا فرمایا جس سے میں نکاح کروں اور فرمایا کہ اگر تم نے (سسرال والوں سے) مزید کچھ لیا تو تمھاری عورتیں تمھاری نافرمان ہو جائیں گی اور اس کا گناہ خاوند پر ہوگا اور عورتوں کے گناہ میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی!

پھر آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے وہاں موجود عورتوں سے فرمایا کہ تم سب یہاں سے جاؤ گی یا یوں ہی میرے اور میری بیوی کے درمیان آڑ بنی رہو گی؟ وہ بولیں کہ ہم چلی جائیں گی۔

جب آپ اپنی بیوی کے پاس گئے تو فرمایا کہ: جو میں کہوں مانو گی؟

بیوی بولی: جی ہاں! میں آپ کی اطاعت کروں گی۔

پھر آپ نے فرمایا: مجھے میرے خلیل ﷺ نے نصیحت فرمائی ہے کہ جب اپنی بیوی کے پاس جاؤ تو اس کے ساتھ مل کر اللہ تعالی کی عبادت کرو، پھر دونوں میاں بیوی اٹھے اور جب تک ہو سکا اللہ تعالی کی عبادت میں مصروف رہے، اس کے بعد حق زوجیت ادا کیا۔

(ملخصاً و ملتقطاً: حلیة الاولیاء و طبقات الاصفیاء،
اردو ترجمہ بہ نام اللہ والوں کی باتیں، ج1، ص348، 349،
ط مکتبة المدینة کراچی، س1434ھ)

کاش کہ ہم بھی اپنے نکاح میں دنیا کی رنگینیوں کو چھوڑ کر سنت مصطفی کی سادگی کو اپنائیں۔

اللہ تعالی ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

مختصر تذکرۂ وقار ملت

جامع معقولات و منقولات، پیر طریقت، مفتی اعظم پاکستان، حضرت علامہ مفتی محمد وقار الدین قادری رضوی علیہ الرحمہ اپنے زمانے کے مشہور عالم دین تھے- آپ کی شخصیت اہل سنت کے آسمان پر ایک چمکتا ستارہ ہے جس کی روشنی ہمیشہ بر قرار رہنے والی ہے-

14 صفر المظفر 1333 ہجری کو پیلی بھیت (ہندستان) میں آپ کی پیدائش ہوئی- آپ کے والد کا نام حافظ حمید الدین اور والدہ کا امتیاز النساء تھا- آپ کے والد، چچا اور خاندان کے کئی افراد حافظ قرآن تھے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا گھرانہ اسلامی ماحول کے رنگ سے رنگا ہوا تھا-

ابتدائی تعلیم:

اسکول میں پانچویں کلاس تک تعلیم حاصل کی اور جب پانچویں کلاس کا امتحان ہوا تو آپ کو ضلع بھر میں پہلا درجہ (فرسٹ پوزیشن) حاصل ہوا اور انعام بھی ملا- اس کے بعد آپ کے اسرار پر آپ کو پیلی بھیت کے ایک مدرسے میں داخل کروایا گیا- اس مدرسے میں آپ کے اساتذہ میں حضرت مفتی وصی احمد محدث صورتی کے خاص شاگرد مولانا حبیب الرحمن بھی تھے- چار سال اس مدرسے میں تعلیم حاصل کی اور پھر بریلی شریف کے "دار العلوم منظر الاسلام" میں داخلہ لیا-

بریلی شریف میں آپ نے صدر الشریعہ، حضرت علامہ مفتی امجد علی اعظمی، محدث اعظم پاکستان، مولانا سردار احمد، علامہ تقدس علی خان، مولانا سردار علی خان اور مولانا احسان الہی وغیرہ کو اپنے اساتذہ کے روپ میں پایا-

بیعت و خلافت:

آپ کو حجت الاسلام، حضرت علامہ حامد رضا خان بریلوی کے دست پر بیعت ہونے کا شرف حاصل ہوا اور ان کے چھوٹے بھائی مفتی اعظم ہند سے خلافت بھی حاصل ہوئی۔

علمی مقام:

آپ کے علمی مقام کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک گاؤں کے کچھ لوگوں نے مفتی اعظم ہند سے کہا کہ غیر مقلدین ہمیں بہت پریشان کرتے ہیں لہذا آپ کسی عالم کو (مناظرے کے لیے) بھیج دیجیے؛ مفتی اعظم ہند کی نگاہوں میں جو نام آیا وہ وقار ملت علیہ الرحمہ کا تھا۔ آپ مناظرے کے لیے تشریف لے گئے اور اللہ تعالی نے آپ کو فتح عطا فرمائی۔

آپ کے مطالعے کا یہ عالم تھا کہ پوری پوری رات مطالعے میں گزار دیتے تھے!

1947ء میں آپ نے پاکستان کا رخ کر لیا اور پھر وہیں درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔

روزگار کے سلسلے میں آپ تجارت کرتے تھے۔

آپ نے اپنے زمانے میں اٹھنے والے فتنوں کا بھرپور رد کیا جس میں ایک ڈاکٹر طاہر کا فتنہ بھی ہے۔

وصال:

حدیث کی تعلیم دیتے ہوئے 16 ربیع الاول 1410 ہجری میں آپ کا انتقال ہوا۔

اللہ تعالی کی ان پر کروڑوں رحمتیں ہوں اور ان کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔

کوئی وقت بھی ہوتا ہے

علامہ ابن جوزی لکھتے ہیں کہ بصرہ میں ایک شخص قریب المرگ (موت کے قریب) تھا- ایک شخص آیا اور مرنے والے سے کہنے لگا:

اے فلاں! اس طرح کہو "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" اور اگر چاہو تو یوں کہو "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہَ" (یعنی لفظ اللہ کو زبر کے ساتھ پڑھو) البتہ پہلی صورت (یعنی لفظ اللہ کو پیش کے ساتھ) پڑھنا امام سیبویہ کے نزدیک زیادہ اچھا ہے- یہ سن کر ابو العیناء نے کہا کہ یہ کنجری کی اولاد نزع کی حالت میں، مرنے والے پر نحویوں کے قول پیش کر رہا ہے-

(ملخصاً: اخبار الحمقی والمغفلین، مترجم، ص192، 193)

ہر کام کے لیے ایک صحیح وقت ہوتا ہے اور مناسب جگہ بھی- اگر آپ کے پاس علم ہے تو اسے ایسی جگہ بیان کریں جہاں اس کی ضرورت ہو- اگر آپ بھی مذکورہ شخص کی طرح مرنے والے کے سامنے عربی گرامر کے قواعد بیان کریں گے یا نا اہل لوگوں کے سامنے علم جھاڑیں گے تو آپ کو "اہل علم" میں نہیں بلکہ "کنجری کی اولاد" میں شمار کیا جائے گا-

وہ جو نہ تھے

امام اعظم، امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

انت الذی لولاک ما خلق امرؤ

کلا ولا خلق الوری لولاک

یعنی آپ ﷺ کی ذات وہ مقدس ذات ہے کہ اگر آپ نہ ہوتے تو کوئی فرد بشر پیدا نہ ہوتا بلکہ سرے سے کسی مخلوق کی تخلیق ہی نہ ہوتی۔

اسی فکر کے جلوے امام اہل سنت، اعلی حضرت رحمہ اللہ کے کلام میں بھی جھلکتے ہیں، چناں چہ آپ لکھتے ہیں:

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہوں

جان ہے وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

(ماخوذ از مضمون "کلام رضا میں فکر بو حنیفہ کے جلوے" محرر شیخ الحدیث مولانا محمد حنیف حبیبی مصباحی، ملخصاً)

ٹائی

شہزادۂ اعلی حضرت، مفتی اعظم ہند، حضرت علامہ مصطفی رضا خان علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ٹائی لگانا اشد حرام ہے، شعار کفار بد انجام ہے، نہایت بد کام ہے، کھلا رد فرمان خداوند ذو الجلال والاکرام ہے- ٹائی نصاری کے یہاں ان کے عقیدۂ باطلہ میں یادگار ہے، حضرت سیدنا عیسی علیہ السلام کے سولی دیے جانے اور سارے نصاری کا فدیہ ہو جانے کی- والعیاذ باللہ تعالی

(فتاوی مفتی اعظم، ج5، کتاب الخطر والاباحۃ، ص144،
و فتاوی مصطفو یہ)

حضور مفتی اعظم ہند ایک مرتبہ مبارک پور تشریف لے گئے تو ایک شخص ٹائی باندھے ہوئے آپ سے ملنے کے لیے حاضر خدمت ہوئے- جب قریب آئے تو حضور مفتی اعظم ہند نے ٹائی پکڑی اور پوچھا یہ کیا ہے؟ پھر خود ہی فرمایا کہ یہ انگریزوں کی تقلید ہے جسے وہ صلیب کی جگہ استعمال کرتے ہیں، جو قرآن سے متصادم عقیدے پر مبنی ہے-آپ نے اس کے گلے سے ٹائی اتروائی اور توبہ کروائی- اسی جگہ شمس العلما، حضرت مولانا قاضی شمس الدین جون پوری علیہ الرحمہ نے اس مسئلے کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ انگریز چوں کہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو سولی دی گئی ہے اسی لیے وہ اپنے اس عقیدے کی بنا پر جگہ جگہ سولی کا نشان بناتے ہیں اور اسے اپنے گلے میں بھی لٹکاتے ہیں مگر ان کا یہ عقیدہ قرآن کے بالکل مخالف ہے-

(فتاوی مفتی اعظم، مقدمہ، ص298، ملتقطاً)

حضور تاج الشریعہ، حضرت علامہ مفتی اختر رضا خان علیہ الرحمہ نے اس مسئلے پر تمام پہلوؤں کو سامنے رکھ کر تحقیق فرمائی ہے اور ٹائی کی شرعی حیثیت کو بیان کیا ہے-آپ کی یہ تحقیق ایک رسالے "ٹائی کا مسئلہ" کی شکل میں موجود ہے- اس رسالے کی تصدیق مولانا سید مصطفی حیدر قادری برکاتی (حسن میاں مارہروی) نے کی ہے- یہ رسالہ انگریزی میں مستقل طور پر موجود ہونے کے ساتھ ساتھ "ازہر الفتاوی انگریزی" میں بھی شامل کیا گیا ہے-

ایک سوال کے جواب میں مولانا محمد نیاز احمد برکاتی مصباحی، مفتی اعظم ہند کا فتوی نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ جن اسکولوں میں ٹائی لگانا لازمی ہے ان میں بچوں کو تعلیم دلانا حرام ہے۔ اس فتوے کی تصدیق مفتی نظام الدین قادری مصباحی اور مولانا محمد ابرار احمد امجدی برکاتی نے کی ہے۔

(انظر: فتاوی مرکز تربیت افتا، ج2، ص503، 504)

ایک دیوبندی ٹائی کے بارے میں لکھتا ہے کہ ٹائی کے استعمال میں یہ قباحت ہے اس میں غیر مسلم اقوام کی مشابہت پائی جاتی ہے اور اس بات کا بھی شبہ ہے کہ یہ در حقیقت سینے پر صلیب لٹکانے کی شکل ہو لہذا اس کے استعمال سے پرہیز کرنا لازمی ہے۔

(اشرف الفتاوی، ص275)

دار العلوم دیوبند کے آن لائن دار الافتا میں ایک سوال کے جواب میں تحریر ہے کہ ٹائی غیر قوموں کا لباس ہے بلکہ اس کی ابتدا عیسائیوں کے باطل عقیدے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو سولی دی گئی ہے کی علامت کے طور پر ہوئی تھی اس لیے مسلمانوں کے لیے یہ جائز نہیں۔
ایک دوسری جگہ جواب میں لکھا گیا ہے کہ یہ انگریزی لباس کا حصہ ہے اور فساق و فجار کا بھی لباس ہے، اس کا پہننا ممنوع ہے۔

(ملخصاً: دار الافتا دیوبند ویب سائٹ،
جواب163957، فتوی آئی ڈی: 863-1151،
و جواب36266، آئی ڈی: 272=172-2/1433)

پرانے زمانے کے جھوٹے مقررین

آج ہمارے ہیچ کثیر تعداد میں ایسے مقررین موجود ہیں جو جھوٹی روایات اور منگھڑت قصے بیان کرنے میں ماہر ہیں- ایسے مقررین کی تاریخ بہت پرانی ہے، چناں چہ امام ابن قطیبہ الدینوری (متوفی276ھ) اپنے زمانے کے مقررین کے بارے میں کیا لکھتے ہیں اسے پڑھیں، ایسا لگتا ہے کہ دور حاضر ان کی نظروں میں ہے-

آپ لکھتے ہیں کہ یہ واعظین جب جنت کا ذکر کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اس (جنت) میں مشک یا زعفران کی حوریں ہوں گی، ان کے بدن کی بناوٹ ایسی ایسی ہوگی، اللہ تعالی نے اپنے ولیوں کے لیے سفید موتیوں کا ایک محل بنایا ہے جس میں ستر ہزار یہ ہوگا، ستر ہزار وہ ہوگا اور پھر وہ (مقرر) ستر ستر ہزار کی اتنی چیزیں بیان کرے گا کہ گویا جنت میں کسی چیز کی تعداد ستر ہزار سے کم یا زیادہ ہونا جائز ہی نہیں ہے-

(آپ مزید لکھتے ہیں کہ) جتنا یہ (حیرت انگیز روایتیں) زیادہ ہوں گی اتنا ہی تعجب اور پسندیدگی میں اضافہ ہوگا اور اتنا ہی دیر تک لوگ ان کے پاس بیٹھیں گے اور پھر اتنی ہی تیزی سے بخشش اور انعامات پیش کیے جائیں گے-

(تاویل مختلف الحدیث لابن قطیبہ الدینوری، ص28

بہ حوالہ الدخیل فی التفسیر: احمد شحات موسی، ص59)

(ماخوذ از نقد و نظر)

ہزاروں سال پہلے بھی ایسے مقررین موجود تھے جو لوگوں کو حیران کرنے اور ان سے نظرانے وصول کرنے کے لیے قصے کہانیاں سنایا کرتے تھے- آج بھی ایسے مقررین کی بھرمار ہے جن کو عوام میں مقبولیت بھی حاصل ہے- ان کی بیان کردہ روایات مانو پتھر کی لکیر ہے یعنی جو انھوں نے بیان کر دیا وہ غلط ہو ہی نہیں سکتا- ان کے مقابلے میں لوگ بڑے سے بڑے عالم کی بات ماننے کو بھی تیار نہیں ہوتے- اب تو بس اتنا ہی کہا جا سکتا ہے کہ اللہ بچائے ایسے مقررین سے-

پرسنل سوال مت کیجیے

کسی سے اُس کے حالات کے بارے میں سوال کرنا یا کوئی مسئلہ پوچھنا اچھی بات ہے لیکن ذاتی سوالات کرنا درست نہیں ہے۔ کچھ لوگ بنا سوچے سمجھے بڑے عجیب و غریب سوالات پوچھ لیتے ہیں۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالی عنہ نے جب شادی کی اور اگلے دن باہر نکلے تو ایک شخص نے پوچھا:

آپ کیسے ہیں؟

آپ نے فرمایا کہ اچھا ہوں اور اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں۔

پھر اس شخص نے پوچھا:

رات کیسی گزری؟ یا پوچھا کہ آپ نے اپنی زوجہ کو کیسا پایا؟

یہ سن کر آپ نے (غصے میں) فرمایا: تم ایسا سوال کیوں پوچھتے ہو جس کا جواب چھپانا پڑے، اللہ تعالی نے گھروں کے پردے اور دروازے اس لیے بنائے ہیں تاکہ اندر کی بات اندر ہی رہے۔ تمھیں گھر سے باہر کی باتیں پوچھنی چاہییں اور صرف ظاہری امور کے متعلق پوچھنا ہی کافی ہے۔

(حلیة الاولیاء و طبقات الاصفیاء، اردو، ج1، ص349 و قوت القلوب، اردو، ج2، ص20)

ایک شخص نے حضرت سلیمان بن مہران اعمش رحمہ اللہ سے پوچھ لیا کہ:

آپ نے رات کیسی گزاری؟

یہ سوال آپ رحمہ اللہ کو ناگوار گزرا اور آپ نے بلند آواز سے اپنی کنیز کو پکارا کہ بستر اور تکیہ لے کر آؤ؛ جب وہ لے کر آئی تو آپ نے فرمایا کہ اسے بچھا کر لیٹ جاؤ یہاں تک کہ میں بھی تیرے پہلو میں لیٹ جاؤں تاکہ ہم اس (سوال کرنے والے) شخص کو دکھا سکیں کہ ہم نے رات کیسے گزاری ہے!

آپ رحمہ اللہ فرمایا کرتے کہ (آج کل) ایک شخص اپنے دوست سے ملتا ہے تو اس سے ہر شے کے متعلق پوچھ ڈالتا ہے یہاں تک کہ گھر میں موجود مرغی تک کی خیریت معلوم کر لیتا ہے لیکن اگر اس کا دوست اس سے ایک درہم مانگ لے تو وہ نہیں دیتا! جب سلف صالحین آپس میں ملتے تو صرف یہ کہتے کہ آپ کیسے ہیں؟ یا فرماتے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے اور اگر ان سے کچھ مانگا جاتا تو فوراً عطا فرما دیتے۔

(ملخصاً: قوت القلوب، اردو، ج2، ص20، 21)